بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

اشارات

بھارت نے قوت و طاقت کے نشے میں بدمست ہو کر پاکستان کے خلاف جس جارحیت اور جس ظلم و زیادتی کا مظاہرہ کیا ہے وہ تاریخ کی ایک بڑی المناک داستان ہے اسے دیکھنے سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ بھارت کے حکمرانوں کی صفیں شریف اور انصاف پسند اشخاص سے اب بالکل خالی ہو چکی ہیں اور وہاں کے مقتدر طبقہ کے پیشِ نظر اندھی بہری قوت سے پاکستان کو ختم کرنے کے سوا کوئی مقصد نہیں۔ اُس کے سر میں صرف یہی ایک سودا سمایا ہوا ہے کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کے اس خطہ کو برباد کر دیا جائے۔

بھارتی حکمرانوں کا یہ جارحانہ طرزِ عمل کسی وقتی ہیجان کا نتیجہ نہیں بلکہ جنگ کے جن شعلوں کو اُس نے آج بھڑکایا ہے اُس کی چنگاریاں قیامِ پاکستان سے بھی بہت پہلے ان کے دلوں میں سُلگ رہی تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کو ہندو نے دل کی گہرائیوں سے آج تک قبول نہیں کیا اور اُس کے قیام کو اُس نے ہمیشہ اپنی ناکامی کا داغ سمجھتے ہوئے اُسے مٹانے کی کوشش کی ہے تقسیمِ ملک سے پہلے نہتی مسلم آبادیوں پر جس وحشت اور بربریت کے مظاہرے کیے گئے، کشمیر میں جس بددیانتی اور ظلم کے ساتھ وہاں کے عوام کو اُن کے حقِ خود ارادیت سے محروم رکھا گیا اور اب جن ناپاک عزائم کے ساتھ اپنے پڑوسی اور امن پسند ملک پر یلغار کی ہے، وہ سب اُس بغض و عناد کے گھناؤنے نتائج ہیں جنہیں وہ برسہا برس سے سینوں میں پال رہا ہے۔

پاکستان کا موقف اس معاملے میں بالکل واضح اور سو فیصد مبنی بر انصاف ہے اُس کا

دعویٰ یہ ہے کہ جب تقسیمِ ملک کے وقت یہ اصول تسلیم کر لیا گیا تھا کہ مسلم اکثریت کے علاقے پاکستان میں شامل ہونگے، تو ہندوستان کو پہلے خود ہی کشمیر پاکستان کے لیے چھوڑ دینا چاہیے تھا۔ پھر ریاستوں کے بارے میں بھی یہ اصول مانا جا چکا تھا کہ پاکستان اور ہندوستان میں سے کسی ایک کے ساتھ ان کے الحاق کا فیصلہ ان کے باشندوں کی مرضی سے ہوگا۔ مگر ہندوستان نے اس اصول کو بھی بالائے طاق رکھ دیا اور تقسیم کے زمانے کی مخصوص صورتِ حال سے ناجائز فائدہ اٹھا کر کشمیر پر قبضہ جما لیا۔ اس معاملہ میں ہندوستان نے جس مکر و فریب، جس عیاری اور چالاکی، جس بدعہدی اور وعدہ خلافی، اور جس بے اصولی کا ثبوت دیا ہے وہ بڑی شرمناک ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک قوم محض قوت کے بل بوتے پر اُن سارے اخلاقی اصول و ضوابط کو پامال کر رہی ہے جو ہمیشہ سے انسانیت کی اساس رہے ہیں۔ دنیا میں درندے بھی کچھ ضابطے رکھتے ہیں لیکن "اہنسا" کے علمبرداروں کا کوئی ضابطہ نہیں۔ جن سنگھ اور اسی قبیل کی دوسری مسلم کش جماعتیں اگر اس قسم کی دیوانگی کا مظاہرہ کریں تو بات سمجھ میں آسکتی ہے، لیکن انسان اُس وقت حیران و ششدر رہ جاتا ہے جب وہ ڈاکٹر رادھا کرشنن جیسے اخوتِ انسانی کے دعویدار اور ونوبا بھاوے جیسے بھگت کی زبان سے اس وحشت کی تائید میں باتیں سنتا ہے۔ اس اندوہناک صورتِ حال کو دیکھ کر یہی اندازہ ہوتا ہے کہ ہندوستان کے بااثر طبقے میں اب کوئی ایک بھی رجلِ رشید نہیں رہا اور پوری قوم کا اخلاقی اعتبار سے دیوالہ نکل چکا ہے۔

پھر مسئلہ کشمیر کا ایک اور افسوسناک پہلو یہ ہے کہ اقوامِ متحدہ جو دنیا کی قوموں کے درمیان عدل و انصاف قائم کرنے کے لیے معرضِ وجود میں آئی ہے، اس نے بھی پاکستان کے جائز اور برحق موقف کی تائید کے لیے کوئی مؤثر قدم نہیں اٹھایا بلکہ اب چند سالوں سے ایک ایسی روش اختیار کی ہے جو اخلاقی نقطۂ نظر سے انتہائی ناپسندیدہ اور تباہ کن ہے۔ ۱۹۴۷ء میں جب کشمیری عوام نے اپنے مستقبل کے فیصلے کے لیے جدوجہد شروع کی اور پاکستان نے اُن کے

اس جائز حق کے حصول کے لیے اُن کی طرف دستِ تعاون بڑھانا چاہا تو اقوامِ متحدہ فوراً درمیان میں کود پڑی اور اس نے اپنی قرارداد کے ذریعہ پوری دنیا کو یقین دلایا کہ ریاست کا الحاق وہاں کے باشندوں کی رائے سے ہوگا۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے بار بار اس امر کا اعلان کیا کہ وادیٔ کشمیر میں امن بحال ہونے کے ساتھ ہی یو۔این۔او کی نگرانی میں رائے شماری کا انتظام کیا جائیگا اور کشمیری عوام کو اس بات کا پورا موقع دیا جائے گا کہ وہ آزادی کے ساتھ جس طرح چاہیں ریاست کے الحاق کا فیصلہ کریں

یو۔این۔او جو عملی اعتبار سے امریکہ کی باندی ہے چند سال تک کشمیر کے بارے میں اپنی قرارداد کو وقتاً فوقتاً دُہراتی رہی لیکن قوت وطاقت رکھنے کے باوجود اُس نے اس قرارداد کو عملی جامہ پہنانے سے ہمیشہ گریز کیا۔ وہ اگر چاہتی تو کشمیر کا مسئلہ کبھی کا حل ہو چکا ہوتا لیکن چونکہ امریکہ ہندوستان کو ناراض نہ کرنا چاہتا تھا بلکہ اشتراکی دنیا کے ابھرتے ہوئے اقتدار کے خلاف بھارت اور پاکستان دونوں کو استعمال کرنے کا ارادہ رکھتا تھا اس لیے اس نے بڑی منافقانہ روش اختیار کی کشمیر پر ہندوستان کے غاصبانہ قبضہ کو اور وہاں کے عوام پر اُس کے مظالم کو صبح وشام دیکھنے کے باوجود وہ ٹس سے مس نہ ہوا بلکہ بڑا معنی خیز سکوت اختیار کیے رہا۔ اس کے علاوہ بھارت کو ہر قسم کی امداد بھی دیتا رہا تاکہ اُسے احساس ہو کہ اُس کے اس غاصبانہ قبضے اور اخلاق سوز طرزِ عمل سے اُس کے آقائے ولی نعمت کے دل میں کوئی تکدر پیدا نہیں ہوا۔ دوسری طرف امریکہ نے پاکستان کو کچھ مالی امداد دے کر اس کی آزادی کا سودا کرنا چاہا۔ اُس کا خیال یہ تھا کہ یہ قوم چند ڈالروں کے عوض اپنی عزت، اپنی غیرت اور اپنی آزادی کو اس کے ہاتھ بیچ دے گی اور اُس کی غلامی کا قلادہ گلے میں پہننے کے بعد اُس کے سامراجی عزائم کی حفاظت اور پاسبانی کے لیے نہ صرف کشمیر کے جائز حق سے دستبردار ہو گی بلکہ ہر اُس آگ میں اپنے آپ کو جھونکنے پر بھی آمادہ ہو جائے گی جس میں امریکہ اسے جھونکنا چاہتا ہے۔

یو، این، او کی منافقانہ روش اور امریکہ کی یہ دورنگی پالیسی کئی سال تک برابر چلتی رہی، یہاں تک کہ آج سے تین برس پیشتر "چچا سام" کے ناپاک عزائم بالکل کھل کر سامنے آگئے اور اُس نے چین کے خطرے کو بہانہ بنا کر ہندوستان کو بے حد وحساب فوجی امداد دینی شروع کر دی۔ پاکستان اور دوسرے انصاف پسند ممالک نے اُس کی اِن "نوازشات" پر سخت اعتراض کیا اور اس بات کا خدشہ ظاہر کیا کہ ان سے نہ صرف ایشیا میں توازنِ اقتدار بگڑے گا بلکہ کمزور قوموں کی آزادی بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔ ہندوستان جس کے سر پر کئی برس سے جنگ کا جنون سوار ہے اور جس کی آنکھوں میں خوفناک خون جھلک رہا ہے، ان جدید ہتھیاروں سے لیس ہونے کے بعد پورے ایشیا کے امن کو غارت کر کے رکھ دیگا۔ مگر افسوس کہ کوئی احتجاج بھی امریکہ کے طرزِ فکر اور اُس کے طرزِ عمل کو متاثر نہ کر سکا اور اس نے نتائج سے یکسر بے پروا ہو کر بھارت کی بپھری ہوئی قوم کو آن کی آن میں نہایت خوفناک ہتھیاروں سے مسلح کر دیا۔ اس نے یہ قدم اس بات سے بالکل بے پروا ہو کر اٹھایا تھا کہ یہ مدد چین کے خلاف نہیں بلکہ پاکستان کے خلاف استعمال ہو گی اور کشمیر کو ہضم کرنے کے لیے اس سے کام لیا جائیگا۔ اُس کی نظر میں امریکہ کے سامراجی عزائم دنیا کی ہر قیمتی سے قیمتی چیز سے زیادہ قابلِ ترجیح ہیں اور اسے کسی دوست کو اپنے ان عزائم پر قربان کر دینے میں تامل نہیں ہے۔

اہلِ کشمیر پورے سولہ سال تک یو، این، او پر آس لگائے بیٹھے رہے کہ شاید کسی وقت اس کے دل میں اپنے فرض کی ادائیگی کا احساس پیدا ہوا اور وہ اپنی منظور شدہ قرارداد کے مطابق کشمیریوں کو اُن کا جائز حق دلوانے کے لیے آگے بڑھے۔ مگر افسوس کہ اہلِ کشمیر کی، اہلِ پاکستان کی، اور دنیا کی بعض دوسری انصاف پسند قوموں کی یاد دہانیوں کے باوجود یو این او کے دل میں کوئی تحریک پیدا نہ ہوئی، بلکہ جوں جوں وقت گزرتا گیا، اس مسئلے کی طرف سے اس کی بے اعتنائی بڑھتی چلی گئی۔ اس کی نگاہ میں یہ مسئلہ سرے سے کوئی اہمیت ہی نہ رکھتا تھا

کہ جس علاقے کی آبادی کو تمام دنیا کے سامنے حقِ خود اختیاری دلانے کا خود اس نے وعدہ کیا تھا اسے یہ حق ملتا ہے یا نہیں۔ اس نے ہندوستان کو علانیہ اہلِ کشمیر کے اس حق سے انکار کرتے دیکھا اور خاموشی اختیار کی۔ ہندوستان نے علی الاعلان کشمیر کو اپنے ملک کا ایک غیر منفک حصّہ قرار دے کر اسے زبردستی ہضم کرنے کی کوشش کی اور اس کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ کشمیریوں نے اور پاکستان نے ہر ممکن طریق سے یو، این، او اور دنیا کی بڑی طاقتوں کو اس مسئلہ کی نزاکت کا احساس دلایا اور انہیں یہ حقیقت ذہن نشین کرانے کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا کہ اس معاملے میں ان کا یہ تغافل بڑے سنگین نتائج پیدا کر سکتا ہے۔ یہ دو ممالک کے درمیان کوئی وقتی یا ہنگامی نزاع نہیں بلکہ ایک قوم کی آزادی کا سوال ہے۔ یہ حق و انصاف کا مسئلہ ہے۔ یہ اندھی بہری طاقت کی یلغار ہے۔ امن پسند قوم کی حفاظت کا مسئلہ ہے۔ مگر افسوس کہ اس ضمن میں ساری کوششیں یو، این، او اور امریکہ کو حق کا ساتھ دینے پر آمادہ نہ کر سکیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یو، این، او نے اس مسئلہ سے جس مجرمانہ تغافل کا ثبوت دیا ہے، اُسے دیکھ کر اس سے کسی خیر اور بھلائی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

اہلِ کشمیر کے لیے اس سنگین صورتِ حال کو ایک غیر معین عرصہ تک برداشت کرتے چلے جانا کسی طرح ممکن نہ تھا۔ وہ اس بات کے لیے سخت بے تاب تھے کہ اُن کی قسمت کا فیصلہ کر دیا جاتے۔ چنانچہ جب انہوں نے یہ دیکھا کہ جن اداروں یا قوموں سے انہیں انصاف کے ملنے کی توقع تھی انہوں نے ذاتی مصالح کی بنا پر حق کا خون کیا ہے تو پھر انہوں نے مایوس ہو کر خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے جائز حقوق کے حصول کا عزم کر لیا۔ اس غرض کے لیے ایک انقلابی کونسل معرضِ وجود میں آئی جس نے مقبوضہ کشمیر کو بھارت کے سراسر ناجائز تسلط سے آزاد کرانے کے لیے جدوجہد شروع کی۔ پاکستان کے لیے یہ کسی طرح ممکن نہ تھا کہ وہ حق و باطل اور ظلم و انصاف کی اس کشمکش میں ایک غیر متعلق تماشائی بن کر رہتا۔ اُس نے انقلابی کونسل کے اس اقدام کی تائید کی اور پوری

دنیا سے کھل کر کہا کہ یہ کونسل جو جدوجہد کر رہی ہے وہ اخلاقی اعتبار سے بالکل صحیح اور درست ہے اور پاکستان کی پوری ہمدردیاں اس کے ساتھ ہیں۔

بھارت کے بدمست اقتدار نے اس صورتِ حال پر سنجیدگی سے غور کرنے کے بجائے اسے اپنی بے پناہ قوت و طاقت کے مظاہرے کا ایک نادر موقع سمجھا اور مسلح فوجوں کے ذریعہ آزاد کشمیر پر اندھا دھند حملہ کر دیا، اور اس طرح اُس جنگ بندی لائن کو توڑ ڈالا جسے بین الاقوامی طور پر تسلیم کیا جا چکا تھا۔ پھر اُس نے طاقت کے زعم میں خود پاکستان کے حدود کے اندر اعوان شریف پر شدید گولہ باری کی۔ پاکستان نے جب اس پر جوابی کارروائی کی تو اُس نے لاہور پر کسی اعلانِ جنگ کے بغیر رات کی تاریکی میں دفعتاً حملہ کر دیا۔ آج بھارت کا پریس اور اس کا ریڈیو پوری دنیا میں دہائی دے رہے ہیں کہ پاکستان نے ہم پر زیادتی کی ہے۔ لیکن پاکستان کی زیادتی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ بھارت کے حملے کے وقت لاہور کی سرحد پر سوائے سٹلج رینجرز کی معمولی تعداد کے کوئی سپاہ نہ تھی۔ اگر پاکستان کی نیت جنگ کرنے کی ہوتی تو وہ اپنی سرحدوں کی حفاظت کا پوری طرح بندوبست کرتا اور دشمن کو مظالم ڈھانے کا ایک لمحہ کے لیے بھی موقع نہ دیتا۔ پاکستان اپنے ہمسایہ ملک بلکہ دنیا کے سارے ممالک کے ساتھ ہمیشہ امن اور دوستی کا خواہاں رہا ہے۔ چنانچہ دیکھیے کہ حملے کے دن تک اس کی نشرگاہوں سے ایک لفظ بھی ایسا نشر نہیں ہوا جو لوگوں کو جنگ پر اُبھارنے والا ہو۔ اس کے مقابلے میں بھارت کے اخبارات کا مطالعہ کیجیے اور اس کی نشریات سُنیے تو معلوم ہو گا کہ اس ملک کی عظیم اکثریت کے سر پر ۱۸ سال سے جنگ کا بھوت سوار ہے۔

لاہور پر بھارت کا اچانک حملہ کمینگی کا نہایت ہی اوچھا وار ہے۔ اس کے ذریعہ اُس نے پاکستان کی اُس سرحد کو توڑا ہے جسے بین الاقوامی طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے

کہ بھارت پاکستان کو غلام بنانے کا ناپاک عزم لیکر آگے بڑھا ہے۔ یہ ہماری آزادی کو چیلنج ہے اور اس کا جواب دینا ہمارا دینی فرض ہے۔ ہم نے خود جنگ کو دعوت نہیں دی بلکہ بھارت نے اپنی طاقت اور قوت کے زعم میں جنگ ہم پر ٹھونس دی ہے۔ اِن حالات میں ہمارے لیے یہ انتہائی ضروری ہے کہ ہم ایک مقدس فرض کی ادائیگی کے لیے آگے بڑھیں۔ بھارت نے تمام اخلاقی حدود کو نظر انداز کرتے ہوئے جس طرح بے گناہ شہری آبادیوں کو اپنے ظلم و ستم کا تختۂ مشق بنایا ہے وہ انتہائی شرمناک ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا یہ دشمن انسانیت کے تمام شریفانہ جذبات سے یکسر تہی دامن ہے۔

لاہور اور اس کے بعد سیالکوٹ پر جس خطرناک اسلحہ اور خوفناک ہتھیاروں سے حملہ کیا گیا ہے اور پشاور، کوہاٹ، سرگودھا، لائل پور، ملتان، کراچی، رائے ونڈ، نارووال اور اسی طرح کی دوسری بے شمار شہری آبادیوں پر جس بے دردی کے ساتھ بم گرائے ہیں وہ اہنسا اور امن کے پجاریوں کے سیاہ باطن کی کھلی شہادت ہیں۔ ان لوگوں کی شقاوتِ قلبی کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے سیالکوٹ اور کوہاٹ میں ہسپتالوں پر بمباری کی اور پشاور میں مساجد بھی ان کی دستبرد سے محفوظ نہ رہ سکیں۔

ان حالات میں اہلِ پاکستان کے لیے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں کہ وہ اللہ کے حکم کے مطابق اپنے اس مقدس ملک کی، جسے اسلام کی تجربہ گاہ بنانے کے لیے حاصل کیا گیا تھا، پوری طرح حفاظت کریں۔ قرآن مجید اور سنتِ نبوی میں جہاد کی جو مختلف اقسام بیان کی گئی ہیں اُن میں ایک قسم دفاعی جہاد کی ہے جو اس وقت ہم سب پر فرض ہو گیا ہے:

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۔ (البقرہ۔ آیت ۱۹۰)	اور تم اللہ کی راہ میں اُن لوگوں سے لڑو، جو تم سے لڑتے ہیں مگر زیادتی نہ کرو کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ۔ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ۔ (الحج - ۳۹-۴۰)

اجازت دی گئی اُن لوگوں کو جن کے خلاف جنگ کی جا رہی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔ اور اللہ یقیناً اُن کی مدد پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیئے گئے صرف اس قصور پر کہ وہ کہتے تھے "ہمارا رب اللہ ہے"۔

اسلام میں جہاد دوسری عبادات کی طرح ایک عبادت ہے اس لیے ایک مسلمان کو اس میں اُسی خلوص اور جذب وشوق سے شریک ہونا چاہیے جس طرح کہ وہ دوسرے فرائض ادا کرنے کا متمنی رہتا ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً (النساء - آیت ۷۷)

تم نے ان لوگوں کو بھی دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ اب جو انہیں لڑائی کا حکم دیا گیا تو ان میں ایک فریق کا حال یہ ہے کہ لوگوں سے ایسا ڈر رہے ہیں، جیسا خدا سے ڈرنا چاہیے یا کچھ اس سے بھی بڑھ کر۔

پھر ایک دوسرے مقام پر جہاد سے گریز کرنے والوں کے اس طرزِ عمل کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ ان لوگوں کو آخرت کے مقابلے میں اِس دنیا کی چند روزہ زندگی زیادہ عزیز ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ۔ (التوبہ - ۳۸)

اے لوگو جو ایمان لاتے ہو، تمہیں کیا ہو گیا کہ جب تم سے اللہ کی راہ میں نکلنے کے لیے کہا گیا تو تم زمین سے چمٹ کر رہ گئے؟ کیا تم نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا۔

جہاد کو اسلامی عبادات میں کتنی اہمیت حاصل ہے اس کا اندازہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے ایک موقع پر یہ فرمایا کہ جو مسلمان زندگی میں جہاد کیے بغیر یا اس کی آرزو اور تمنا کے بغیر اس دنیا سے رخصت ہو جائے اُس کی موت ایک مومنِ صادق کی موت نہیں بلکہ منافق کی موت[1] ہے۔

جب جہاد کو اسلام نے ایک عبادت قرار دیا ہے تو لامحالہ اُس نے دیگر عبادات، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی طرح اس کے بھی کچھ آداب مقرر کیے جن کی تفصیل قرآن و سنّت میں ملتی ہے:

قرآنِ حکیم میں جہاد کے جتنے احکام درج ہیں اُن میں ہر جگہ اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ جہاد خالصتہً اللہ کی راہ میں ہو اور اس کے پیچھے کوئی دوسری غرض کارفرما نہ ہو۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (البقرہ - ۲۴۴)

اللہ کی راہ میں جنگ کرو اور خوب جان رکھو کہ اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اس آیت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حقیقت میں اس بات کا علم اُس سمیع و علیم ہستی کو ہے کہ کون کس غرض کے لیے آمادۂ پیکار ہے۔ جہاد کے لیے خلوص نیت پہلی اور بنیادی شرط ہے۔ حضور سرورِ کائنات نے بہت سے مقامات پر اس کی صراحت فرمائی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کے ارادہ سے نکلتا ہے لیکن اس سے اُس کی غرض دنیاوی مال و متاع کا حصول ہے تو کیا اس شخص کو بھی ثواب ملے گا؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اسے اس سعی و جہد کا اللہ کے ہاں کوئی صلہ نہ ملے گا۔ لوگوں نے جب یہ بات سنی تو انہیں کچھ تعجب ہوا اور اُس شخص کو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنے کی تلقین کی۔ اس نے پھر دریافت کیا تو حضور سرورِ دو عالم نے دوبارہ وہی جواب دیا جو پہلے ارشاد فرما چکے تھے۔ اس شخص نے اسی

---

[1] صحیح مسلم - کتاب الجہاد، باب ذم من مات ولم یغزو ولم یحدث نفسہ بالغزو

امر کی تیسری بار صراحت چاہی تو حضور ﷺ نے تیسری مرتبہ بھی یہی بات ارشاد فرمائی۔[1]

اس حدیث سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ مجاہد فی سبیل اللہ دنیا کمانے کے لیے یا اپنی شہرت اور بہادری کا سکہ جمانے کی غرض سے جنگ نہیں کرتا بلکہ دنیا کی عارضی زندگی اور اس کے فانی مال و متاع کے عوض آخرت کی ابدی اور اُس کی غیر فانی آسائشوں کا سودا کرتا ہے۔ وہ اللہ کی خوشنودی کے لیے جان کی بازی لگاتا ہے، بے کسوں اور بے بسوں کو ظلم و استبداد سے بچانے کے لیے، اور عورتوں کی عفت و عصمت کی حفاظت اور پاسبانی کے لیے اپنی متاعِ حیات کو قربان کرنے کے لیے آمادہ ہوتا ہے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا ۔ (النساء ۷۵)

تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اُن بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو کمزور پا کر دبا لیے گئے ہیں اور فریاد کر رہے ہیں کہ خدایا ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی و مددگار پیدا کر دے۔

جہاد کا مقصد اور اُس کی غرض و غایت بیان کرنے کے بعد یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم دورانِ جہاد اللہ اور اُس کے رسول کی دی ہوئی ہدایات کو بھی برابر نگاہ میں رکھیں۔ اس ضمن میں سب سے پہلی چیز یہ ذہن نشین کرائی گئی ہے کہ جب تم محض اللہ کی رضا کے حصول کے لیے میدانِ عمل میں نکل رہے ہو تو تمہارے لیے یہ ضروری ہے کہ تم اللہ کو ہر آن یاد کرتے رہو، دوسرے تمہارے اندر غرور اور تکبر کا کوئی شائبہ تک نہ ہو بلکہ تم اللہ کے عاجز بندے بن کر، اُسی پر بھروسہ اور توکل کرتے ہوئے آگے بڑھو۔ آپس میں محبت، اخوت اور احساسِ ہمدردی پیدا

[1] ابوداؤد: کتاب الجہاد: باب فیمن یغزو ویلتمس الدنیا

کرو۔ کسی وقتی ہیجان یا جوش میں آکر کوئی ایسی بات نہ کرو جس سے تمہارے ساتھی تم سے کبیدہ خاطر ہوں۔ اپنے امیر لشکر کی پوری پوری اطاعت کرو کیونکہ میدانِ جنگ میں تم جس قدر نظم وضبط اور اطاعتِ امر کا ثبوت دوگے اتنا ہی تمہارے قدم آگے بڑھیں گے۔ پھر مقابلہ کے وقت تمہارے پائے استقلال میں قطعاً کوئی لغزش نہ پیدا ہونی چاہیے اور تمہیں ہر حال میں بڑی ثابت قدمی کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرنا چاہیے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ - وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ - وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ -

(الانفال - ۴۵ تا ۴۷)

اے ایمان والو جب کسی گروہ سے تمہارا مقابلہ ہو تو:

۱۔ ثابت قدم رہو

۲۔ اللہ کو کثرت سے یاد کرو، توقع ہے کہ تمہیں کامیابی نصیب ہوگی۔

۳۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑو نہیں ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

۴۔ صبر سے کام لو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

(۵) اور اُن لوگوں کے سے رنگ ڈھنگ اختیار نہ کرو جو اپنے گھروں سے اِتراتے اور لوگوں کو اپنی شان دکھاتے ہوئے نکلے اور جن کی روش یہ ہے کہ اللہ کے راستے سے روکتے ہیں، جو کچھ وہ کر رہے ہیں وہ اللہ کی گرفت سے باہر نہیں۔

پھر اسی سلسلہ میں مسلمانوں کو اس امر کی تلقین بھی کی گئی ہے کہ جب وہ محض خداوند تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے جہاد کے لیے نکلیں تو انہیں فتح و کامرانی کے لیے لازمی طور پر صرف اُسی قادرِ مطلق ذات پر بھروسہ کرنا چاہیے جو سب سے زیادہ قوی اور طاقتور ہے۔ ایک مسلمان کے لیے یہ تو ضروری ہے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے پوری پوری تیاری کرے، اس کے لیے جتنا زیادہ سے زیادہ سامان فراہم کر سکتا ہے اُس میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھے لیکن فتح کے لیے ان دنیاوی اسباب کا سہارا لینے کے بجائے اُس مسبب الاسباب کا سہارا لے جس کے دستِ قدرت میں فتح و کامرانی کی کلید ہے۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

(التوبہ - ۲۵-۲۶)

اللہ اس سے پہلے بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کر چکا ہے۔ ابھی غزوۂ حنین کے روز (اُس کی دستگیری کی شان تم دیکھ چکے ہو) اس روز تمہیں اپنی کثرتِ تعداد کا غرہ تھا مگر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ پھر اللہ نے اپنی سکینت اپنے رسول پر اور مومنین پر نازل فرمائی۔

قرآن مجید نے اس حقیقت کو بھی منکشف فرمایا ہے کہ کافر اگر میدانِ جنگ سے منہ موڑتا ہے تو اُس کی دو وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ غلطی سے یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ زندگی اور موت اُس کے اپنے اختیار میں ہے اس لیے وہ اپنی جان کی حفاظت کے لیے اِدھر اُدھر بھاگتا پھرتا ہے دوسرے وہ موت سے اس لیے گھبراتا ہے کہ اِس دنیا کی زندگی ہی اُس کا اصل سرمایہ ہے، اس دنیا سے پرے موت کی سرحد عبور کرنے کے بعد اُسے بجز تاریکی اور خوف کے کچھ نظر نہیں

آنا۔ لیکن ایک مسلمان کا معاملہ اُس کے بالکل برعکس ہے۔ یہ دنیا اُس کے نزدیک محض امتحان اور آزمائش ہے۔ اُس کی حقیقی زندگی اس وقت شروع ہوتی ہے جب وہ اس آزمائش پر پورا اُتر کر انعام واکرام پانے کے لیے بارگاہِ ایزدی میں پیش ہوتا ہے۔ دوسرے حیات و ممات اُس کے عقیدہ کے مطابق اُس کے اپنے بس میں نہیں بلکہ اُس کے ہاتھ میں ہے جس نے اُسے پیدا کیا ہے۔

يَا يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا
كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا
ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا
عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ج لِيَجْعَلَ اللّٰهُ
ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ط وَاللّٰهُ يُحْيٖ
وَيُمِيْتُ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔ وَ
لَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ
لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا
يَجْمَعُوْنَ ۔ (آل عمران - ۱۵۶ - ۱۵۷)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اُن کافروں کی سی باتیں نہ کرو جن کے عزیز و اقارب اگر کبھی سفر پر جاتے ہیں یا جنگ میں شریک ہوتے ہیں (اور وہاں کسی حادثہ سے دوچار ہو جاتے ہیں) تو وہ کہتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مارے جاتے اور نہ قتل ہوتے۔ اللہ اس قسم کی باتوں کو اُن کے دلوں میں حسرت و اندوہ کا سبب بنا دیتا ہے ورنہ دراصل مارنے اور جلانے والا تو اللہ ہی ہے اور تمہاری تمام حرکات پر وہی نگران ہے اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ کی جو رحمت اور بخشش تمہارے حصے میں آئیگی وہ اُن ساری چیزوں سے بہتر ہے جنہیں یہ لوگ جمع کرتے ہیں۔

اسی حقیقت کو ایک دوسرے مقام پر اس طرح بیان فرمایا:

وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ
اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ
كَمَا تَاْلَمُوْنَ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا
لَا يَرْجُوْنَ ۔ (النساء ۱۰۴)

اور گروہ کفار کا پیچھا کرنے میں کمزوری نہ دکھاؤ اگر تم تکلیف اٹھا رہے ہو تو تمہاری طرح وہ بھی تکلیف اٹھا رہے ہیں اور تم اللہ سے وہ امید رکھتے ہو جو کافر نہیں رکھتے۔

جہاد کے سلسلے میں ایک بنیادی حقیقت یہ بھی پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ اس کی ذمہ داری صرف اُن لوگوں پر ہی عائد نہیں ہوتی جنہیں میدانِ جنگ میں دشمن کے مقابلے پر لڑنے کا حکم ملتا ہے بلکہ اس کے لیے ہر اُس شخص کو اپنا تن، من دھن ہر وقت قربان کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے جو اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے۔ دارالاسلام پر حملہ کی صورت میں جہاد پوری ملت پر فرض ہو جاتا ہے۔ جن لوگوں کو دشمن سے لڑنے کے احکام صادر ہو جائیں انہیں یہ فرض میدانِ جنگ میں بڑی ثابت قدمی سے ادا کرنا چاہیے اور باقی امت کو نہ صرف ان جاں نثاروں کی ذمہ داریاں سنبھالنی چاہییں بلکہ تمام وہ تدابیر اختیار کرنی چاہییں جن سے انہیں تقویت حاصل ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے کئی مقامات پر اس کی تصریح فرمائی ہے۔ حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ حضور سرورِ کائنات نے بنی لحیان کی طرف ایک لشکر روانہ کیا اور پھر ارشاد فرمایا کہ دو شخصوں میں سے ایک میدانِ جنگ کے لیے نکلے۔ باقی جو گھروں میں رہ گئے انہیں یہ تلقین فرمائی کہ اگر تم نے میدانِ جنگ میں شریک ہونے والوں کے گھر بار کی اچھی طرح خبر گیری کی تو تمہیں اُن سے نصف ثواب ملے گا۔[۱]

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں یوں فرمایا کہ غازیوں کی ازواج کی حرمت خانہ نشینوں پر ایسی ہے جیسے ان کی ماؤں کی حرمت۔ اگر کوئی خانہ نشین ان بے کس عورتوں کو بُری نیت سے دیکھے تو قیامت کے دن ایسے بدطینت شخص کو مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کرکے مجاہد سے کہا جائے گا کہ تم اس ظالم کی جتنی نیکیاں چاہتے ہو لے لو۔[۲]

اس کے علاوہ کئی احادیث میں مسلمانوں کو اس بات کی تلقین فرمائی کہ انہیں راہِ خدا میں لڑنے والوں کی ہر طرح مدد کرنی چاہیے اور اس سلسلے میں کسی بخل سے کام نہ لینا چاہیے حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ بارگاہِ رسالت میں قبیلہ اسلم کا ایک جوان حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضور

---

[۱] ابوداؤد۔ کتاب الجہاد

[۲] ایضاً

میں جہاد کے لیے آرزو مند ہوں مگر میرے پاس ساز و سامان نہیں۔ حضور نے اُسے ایک ایسے شخص کے پاس جانے کا حکم دیا جس نے جہاد کی پوری طرح تیاری کر رکھی تھی لیکن عین وقت پر بیمار پڑ گیا۔ یہ نوجوان اُس کے گھر گیا اور اُسے حضور کا پیغام دیا۔ اس شخص نے اطلاع پاتے ہی اپنی خادمہ سے کہا کہ اس مجاہد کو پورا سامان دے دو، اور اس میں سے کوئی چیز بھی بچا کر نہ رکھنا۔ خدا کی قسم تو جو شے بچا کر رکھے گی اُس میں قطعاً برکت نہ رہے گی[۱]

پھر دوسری جگہ حضور نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے:

مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللهِ فقد غزا ومن خلفهٗ فی اهله بخیر فقد غزا[۲]

جس شخص نے کسی غازی کو سامان فراہم کیا تو اُس نے گویا جہاد کیا اور جس نے غازی کے گھر بار کی خبر رکھی اُس نے بھی جہاد کیا۔

جہاد کے لیے جتنی جان کی قربانی ضروری ہے اتنی ہی مال کی قربانی بھی لازمی ہے۔ کیونکہ مال کے بغیر جہاد کے لیے کما حقہٗ تیاری نہیں کی جا سکتی۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مال و جان دونوں کو راہِ خدا میں قربان کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ (الحجرات - ۱۵)

حقیقی مومن تو بس وہی ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لے آئے پھر (اس میں کبھی) شک نہیں کیا اور اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا تو یہی لوگ (اپنے دعویٰ ایمان میں) سچے اترنے والے ہیں۔

مفسرین کرام نے مال کی جان پر تقدیم کے کئی ایک اسباب بیان فرمائے ہیں۔ ان سب

(باقی آخر میں)

[۱] صحیح مسلم۔ کتاب الجہاد، باب فضل اعانۃ الغازی فی سبیل اللہ

[۲] ایضاً